''چپ'' تو تم نے بھی لغو حرکت کی۔'' [بخاری الجمعة باب ٣٦ ح ٩٣٤، مسلم، ابو داؤد، نسائی، ترمذی]

خطبے سے نماز قدرے لمبی ہو: حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ'' آپ ﷺ کا خطبہ (جمعہ) مختصر ہوتا تھا۔ اور نماز طویل ہوتی تھی۔'' ابوداؤد میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ'' آپ ﷺ طویل خطبہ نہیں دیتے تھے؛ بس چند مختصر کلمات ہوتے تھے۔'' حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا'' آدمی کی نماز کا طویل اور خطبے کا مختصر ہونا اس بات کی علامت ہے کہ وہ دین کی سمجھ رکھتا ہے۔'' [مسند أحمد، صحیح مسلم]

جمعہ کے دن قبولیت دعا کی ساعت: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی ہے جب کوئی مسلمان بندہ اس میں نماز پڑھتے ہوئے اللہ سے کچھ مانگے تو اللہ اس کو وہی عنایت فرمائے گا اور ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ وہ ساعت تھوڑی ہے۔'' [صحیح بخاری مترجم ١/٥٧٣ کتاب الجمعة باب ٣٧ ح ٩٣٥]

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:'' .....کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا'' جو شخص نماز پڑھ کر اگلی نماز کا انتظار کرے وہ نماز میں ہی ہے؟'' [نسائی مترجم ١/٤٧٤ کتاب الجمعة] یعنی یہ وقت نماز عصر کے بعد ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کے حکم کو حضرت محمد ﷺ کے فرمان کے مطابق بجالائیں۔ آمین

❁ ..... ❁ ..... ❁

ھدیہ تبریک

❁ ممتاز سکالر جناب ڈاکٹر فضل الٰہی -حفظہ اللہ- کو ان کی شہرہ آفاق کتاب (نبی کریم ﷺ بحیثیت والد) کی تصنیف اور

❁ ڈاکٹر پروفیسر عبدالرؤف ظفر -حفظہ اللہ- چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ وڈائریکٹر شعبہ سیرت اسلامی یونیورسٹی بہاولپور کو (اسوۂ کامل) کی تصنیف پر'' وزارتِ مذہبی امور پاکستان'' کی طرف سے'' صدارتی ایوارڈ 2010ء'' پیش کیا گیا۔

ہم اس عظیم قومی اعزاز پر دونوں علمائے کرام کی خدمت میں'' **ھدیہ تبریک** '' پیش کرتے ہیں۔ اور دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت ان کی مساعی جمیلہ کو امت اسلامیہ کے لیے رشد و ہدایت کا باعث بنائے۔ آمین

عبدالواحد عبداللہ	عبدالرحمٰن حنیف	محمد حسین آزاد
ناظم اعلیٰ جامعہ دارالعلوم بلتستان غواڑی	امیر جمعیت اہلحدیث بلتستان	رئیس مجلس عمل جمعیت اہلحدیث بلتستان

❁ ..... ❁ ..... ❁

فقہ الواقع

مصارفِ زکاۃ

ابو محمد عبدالوہاب خان

﴿ إنما الصدقات للفقراء والمسٰكين والعٰملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغٰرمين و في سبيل الله وابن السبيل ۖ فريضة من الله ۗ والله عليم حكيم ۝ ﴾ [التوبة ٦٠]

''صدقات تو صرف (۱) فقیروں (۲) اور مسکینوں (۳) اور مقرر کارکنوں (۴) اور جن کے دلوں میں الفت ڈالنا ہو ان کے لیے اور (۵) گردنوں کی آزادی میں (۶) اور تاوان بھرنے والوں میں (۷) اور اللہ کی راہ میں (۸) اور مسافروں کی ضرورت میں خرچنے کے لیے، یہ اللہ کی طرف سے فریضہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب علم والا کمال حکمت والا ہے۔''

آیت کا پس منظر:

لالچی منافقین تقسیم مال کے بارے میں رسول اقدس ﷺ کی کارگزاری پر مطمئن نہ تھے؛ حتی کہ حرقوص ذوالخویصرہ تمیمی نے غزوہ حنین کے بعد تقسیم غنیمت میں تألیف قلبی کے مد پر اعتراض کرتے ہوئے کہ دیا: ''اے رسول اللہ عدل وانصاف کر'' آپ ﷺ نے فرمایا ''تجھ پر افسوس ہے، اگر میں انصاف نہیں کرتا تو کون کرسکتا ہے؟! حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے اُس کا سر قلم کرنے کی اجازت مانگی.....'' [البخاری الأدب باب ٩٥ ح ٦١٦٣ ، المناقب باب ٢٥ ح ٣٦١٠ ، مسلم ٧/ ١٥٩ ح ١٤٢]

ایسے اعتراضات کے سد باب کے لیے اللہ پاک نے صدقات کے مصارف نازل فرمائے کہ یہ تقسیم ربانی ہے؛ جس میں کسی مخلوق کا کوئی دخل نہیں۔ [جامع البيان في تفسير القرآن ٣/ ٦٤، تفسير القرآن العظيم ٢/ ٤٧٩]

عبدالعزیز السلمان: (إنما) اداۃ حصر اور (الصدقات) کے ''الف لام استغراق'' نے صدقات کو ان آٹھ مصارف میں محصور کردیا ہے، لہٰذا ان کے علاوہ کسی اور جگہ خرچ کرنا درست نہیں؛ کیونکہ ایسی صورت میں ''بعض'' صدقات ہی ان مصارف میں خرچ ہوں گے ''تمام'' نہیں۔ [الأسئلة والأجوبة الفقهية ٢/ ٩٩]

اس آیت میں فرض صدقات کے مصارف کا احاطہ کیا گیا ہے، نفلی کا نہیں۔ کیونکہ کتاب وسنت میں دیگر مصارف میں بھی خرچ کرنے کی تأکید اور فضیلت آئی ہے۔ جیسے رشتہ دار، یتامیٰ، قیدی اور رفاہ عامہ وغیرہ [سورة البقرة ١٧٧، ٢١٥ ، النساء ٨، ٣٦، الاسراء ٢٦ ، الروم ٣٨ ا، البلد ١٥ ، يٰسٓ ١٢ ، مريم ٧٦، صحيح مسلم الوصية ح ١٤] والله أعلم

مصارفِ زکاۃ

{1} الفقراء

{2} والمساكين : فقراء ومساکین غریب محتاج لوگ ہیں۔

ان دونوں کے فرق میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ امام ابن جریر طبری نے اسلافؒ کے مختلف اقوال ذکر کیے ہیں۔

الشنقیطیؒ: ﴿للفقراء الذين احصروا فی سبيل الله..... ﴾[البقرة ٢٧٣] اس آیت میں فقر کا سبب نہیں آیا، ان کے فقر کا سبب قرآن کی دوسری جگہ آیا ہے کہ کافروں نے انہیں اپنے وطن اور مال سے نکال دیا تھا۔[سورة الحشر ٨، أضواء البيان ١/ ٢٩٠]

حدیث: ''صدقہ کسی مالدار کے لیے حلال ہے نہ طاقتور تندرست شخص کے لیے۔''[ابوداؤد الزكاة باب ٢٣ ح٦٣٤، الترمذی الزكاة ح٦٥٢ وحسنه و صححه الألبانی]

حدیث: (مستحق ترین) مسکین وہ بھکاری نہیں جو ایک دو کھجور، ایک دو لقمے لے کر پلٹتا ہے؛ بلکہ ایسا شخص ہے جس کے پاس حسب ضرورت مال نہیں ہوتا اور عام لوگوں کو اس کا شعور نہیں ہوتا' کہ اس کی اعانت کی جاتی اور وہ کسی کے آگے ہاتھ بھی نہیں پھیلاتا۔'' [البخاری الزكاة باب ٥٣ ح١٤٧٦، ١٤٧٩، التفسير باب ٤٨ ح٤٥٣٩ عن أبی هريرة]

طبری :اس حدیث میں فقر ومسکنت کے لغوی معنی نظر انداز کر کے عرف بیان کیا گیا ہے۔[جامع البيان ١٠/ ١١١]

''گزارہ کے باوجود مانگنے والا آتش دوزخ زیادہ مانگتا ہے۔'' گزارہ کیا ہے:'' قدر ما يغديه و يعشيه ''یعنی صرف ایک دن کی خوراک۔[أبوداؤد الزكاة باب ٢٢ ح١٦٢٩ وصححه الألبانی]

''ایک اوقیہ مالیت کی موجودگی میں مانگنا اصرار ہے۔'' پھر اوقیہ سے قیمتی اونٹنی والے کو صدقے کا حصہ دیا۔ [أبوداؤد الزكاة باب ٢٢ ح١٦٢٧، النسائی ح٢٥٩٦ وصححه الألبانی]

''باصرار مانگنے پر دیا جائے تو اس میں برکت بالکل نہ ہوگی۔'' [مسلم الزكاة ١٢٨/٧ ح٩٩ ونحوه فی البخاری الزكاة باب ٥٠ ح١٤٧٢]

فرمایا:''جو گزارے کے باوجود مانگے، روزِ قیامت اس کا چہرہ زخمی ہوگا۔'' گزارہ کیا ہے؟''خمسون درهما''

[أبوداؤد الزكاة باب ٢٢ ح١٦٢٦، الترمذی الزكاة باب ٢٢ ح٦٥٠ وحسنه وصححه الألبانی]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ: (۱) فقیر کم مال والا بے ہنر شخص ہے جو کمائی کی خاص مہارت نہیں رکھتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ: (۲) فقراء معذور اہل کتاب ہیں۔ [فتح القدیر ۲/۳۷٤]

عکرمہؒ: فقراء مسلمان ہیں اور مساکین اہل کتاب۔[جامع البیان للطبری ۱۰/۱۰۹۔۱۱۰]

ترجیح امام طبریؒ: فقراء مانگتے نہیں، مساکین مانگتے ہیں۔ فقیر معذور ہوتا ہے، مسکین تندرست۔

الضحاکؒ، ابراہیمؒ، مجاہدؒ وابو جعفرؒ: فقراء غریب مہاجر ہیں اور مساکین ہجرت نہ کرنے والے۔[جامع البیان ۳/ ٦٤]

سفیان ثوریؒ: فقراء و مساکین صرف شہر کے باشندے ہیں پس زکاۃ اعراب (دیہاتیوں) کو نہ دی جائے۔

سعید بن جبیرؒ و سعید بن عبدالرحمٰنؒ: گھر بار، بیوی، غلام اور اونٹنی کے مالک مہاجرین اپنی سواری پر حج اور جہاد بھی کرتے تھے، اللہ پاک نے انہیں ''**فقراء**'' قرار دے کر ان کے لیے زکاۃ میں سے حصہ رکھا۔

احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ **فقر و مسکنت** کی شرعی تعریف صدقات کی طلب اور رسد کی نسبت سے تغیر پذیر ہوتی رہتی ہے؛ حتیٰ کہ خلافت فاروقی میں فارس و روم کی فتح کے بعد کوئی مسلمان محتاج نہ رہا تو اس مد میں ذمی معذور شامل کیے گئے۔

{3} العاملین :

عبداللہ بن السعدیؒ: ''میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر صدقہ جمع کیا، کام پورا کر کے انہیں پہنچایا تو میرے لیے اجرت کا حکم دیا۔ میں نے کہا اس کام کی اجرت صرف اللہ سے چاہتا ہوں؛ تو فرمایا: جو تجھے دیا جائے لے لو؛ بیشک میں نے بھی عہد رسالت میں یہی کام کیا، پھر تیری طرح بات کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تجھے بغیر مانگے دیا جائے تو اسے کھاؤ اور صدقہ کرو۔'' [مسلم الزکاۃ ۷/۱۲۷ باب ۲۸ ح ۱۱۲]

الکیا الہراس (ت ۵۰۴): اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ سارا مال عاملین کو دینا جائز نہیں۔[احکام القرآن ۳/۸۵]

{4} المؤلفة قلوبهم :

تالیف قلبی میں مال دینے کے متعدد مقاصد ہو سکتے ہیں:

(۱) **اسلام قبول کروانا:** صفوانؓ: ''رسول اللہ ﷺ غزوہ حنین کے مال غنیمت میں سے مجھے بار بار دیتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ میرے نزدیک محبوب ترین ہو گئے، جبکہ پہلے میرے ہاں ناپسندیدہ ترین تھے۔'' [مسلم الفضائل ۲/۵۹ ح ۳۱۳]

(۲) **ایمان مضبوط کرانا:** حدیث: ''بیشک میں زیادہ پسندیدہ شخص کو چھوڑ کر دوسرے کو مال دیتا ہوں، مبادا وہ اوندھے

منہ دوزخ میں نہ گرایا جائے۔'' [مسلم الزكاة ٧/ ١٤٩ ح ١٣١]

''بیشک میں نومسلموں کو حصول الفت کی خاطر دیا کرتا ہوں۔'' [مسلم الزكاة ٧/ ١٥٠ ح ١٣٢]

دو ہٹے کٹے افراد نے صدقہ مانگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم دونوں چاہیں تو میں (تالیف قلبی کے لیے) تمہیں دیتا ہوں، ورنہ اس میں کسی مالدار یا طاقتور کمائی کرنے والے کا کوئی حصہ نہیں ہے۔'' [أبو داؤد الزكاة باب ٢٣ ح ١٦٣٣ وصححه الألباني]

(۳) **دیگر لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرنا:** رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ، صفوان رضی اللہ عنہ، عیینہ رضی اللہ عنہ اور اقرع رضی اللہ عنہ کو سو سو اونٹ دیے؛ پھر عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کو بھی اتنے ہی دیے۔ [مسلم الزكاة ٧/ ١٥٥ ح ١٣٨ عن رافع بن خديج رضی اللہ عنہ]

(۴) **دور دراز علاقوں کے مسلمانوں کا تحفظ:** حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، امام شعبیؒ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ دورِ نبوت کے بعد ''تالیف قلبی'' کا مد بند ہے، کیونکہ اللہ پاک نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت بخشی ہے، زمین میں حکومت عطا فرمائی ہے اور بندوں کو ان کے آگے سرنگوں کر دیا ہے۔

۱ دکتور الزحیلی: کافر حکومتوں کی تالیف قلبی کے ذریعے وہاں کے اسلامی اداروں کو امن فراہم کرنا یا وہاں اسلامی ادارے قائم کروانا بھی درست ہے، کیونکہ اسلام اور مسلمانوں کو تقویت دینا شرعاً مطلوب ہے۔ [الفقه الاسلامی ٣/ ٢٠١٠]

۲ حافظ صلاح الدین یوسف: جن کو دینے سے اپنے لوگوں کو مسلمانوں پر حملے سے روکیں اور اپنے قریبی مسلمانوں کا تحفظ کریں۔ [تفسير أحسن البيان ص ٤٨٨]

{5} فی الرقاب :

حدیث: ''تین قسم کے افراد کی مدد کو اللہ نے ان کا حق قرار دیا ہے: مجاہد فی سبیل اللہ، مکاتب جو ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہو اور نکاح کرنے والا جو پاکدامنی چاہتا ہو۔'' [ترمذی فضائل الجهاد باب ٢٠ ح ١٦٥٥، وحسنه الألباني]

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حسن بصریؒ، مقاتل بن حیانؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ، سعید بن جبیرؒ، ابراہیم نخعیؒ، زہریؒ اور ابن زیدؒ کے نزدیک یہ مد مکاتب (مالک سے آزادی کی قیمت طے کردہ) کے لیے خاص ہے۔

سعید بن جبیرؒ نے مالِ زکاۃ سے غلام خرید کر آزاد کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے؛ کیونکہ یہ ولاء (کے ذریعے حق عصبہ) حاصل کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ [احكام القرآن للكيا الهراس ٣/ ٩٠]

مالکیہ: اس کی ولاء بیت المال کے لیے ہوگی۔[الفقه على المذاهب الاربعة ١/٦٢٣]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اپنی زکاۃ سے غلام خرید کر آزاد کرتے تھے۔[البخاری الزكاة باب ٤٩ تعليقاً]

حسن بصریؒ، مالکؒ، احمدؒ، اسحاقؒ: زکاۃ کی رقم سے غلام خرید کر آزاد کرنا بھی درست ہے۔[القرطبی ١٨٥/٨]

{6} الغارمین : اس مد میں کئی اقسام کے لوگ شامل ہیں:

(۱) جس نے کسی مستحق کی ضمانت دی پھر زرِضمانت یا تاوان بھرنا پڑا۔

قبیصۃ بن مخارق رضی اللہ عنہ: میں نے ایک ضمانت کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے تعاون مانگا تو فرمایا: صدقات آئیں تو دلائیں گے۔ پھر ارشاد فرمایا: تین صورتوں میں مانگنا درست ہے: (۱) کوئی ضمانت بھرنا ہو تو اسی حد تک صدقہ مانگے پھر رک جائے۔ (۲) کسی آفت سے مال تباہ ہو جائے تو گزارے کی حد تک مانگنا جائز ہے۔ (۳) فاقے کی نوبت آنے پر قوم کے تین سمجھدار افراد اعلان کر دیں تو اس کے لیے گزارہ ہونے تک مانگنا حلال ہے؛ ان کے علاوہ مانگنے والا حرام خور ہے۔''

[مسلم الزكاة باب من تحل له المسألة ١٣٣/٧ ح١٠٩]

ابن قاسم مالکیؒ: ایسے شخص کے لیے اپنا مال بچانے کی خاطر صدقہ لینا جائز نہیں۔[القرطبی١٨٦/٨]

(۲) کاروبار میں خسارے سے مقروض ہو جائے: ایک شخص کے خریدے گئے پھلوں پر آفت آئی اور قرض میں ڈوب گیا تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: ''اس کو صدقہ دو۔'' لوگوں نے صدقہ دیا؛ لیکن قرض ادا کرنے کی حد تک نہ پہنچا تو قرض خواہوں سے فرمایا: ''جتنا ملے لے لو؛ تمہیں مزید نہ ملے گا۔'' [مسلم المساقاة ٢١٨/١٠ ح١٨]

ابن عمر، عائشہ رضی اللہ عنہا: ضرورت پر بلا اسراف قرض لے پھر ادا نہ کر سکے تو وہ بھی مستحق ہے۔[الكيا الهراس ٩٢/٣]

(۳) کسی گناہ سے توبہ کرتے ہوئے کفارہ لازم ہو: ''ایک غریب شخص کو روزہ توڑنے کا کفارہ ادا کرنے کا کوئی چارہ نہ ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے صدقہ میں سے دیا'' [بخاری الصوم باب ٣٠ ح١٩٣٦ ، مسلم الصيام ٢٢٤/٧ ح٨١]

{7} فی سبیل اللہ :

اس لفظ کا متبادر مفہوم بجا طور پر ''جھاد فی سبیل اللہ'' ہے اور مفسرین نے بطور خاص یہی معنی بیان کیے ہیں۔

مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ ''جہاد اور مجاہدین'' کے لیے مالِ زکاۃ بالاجماع حلال ہے:

(الف) اسلحہ اور جہاد کا ساز و سامان خریدنے کے لیے زکاۃ بیت المال سے خرچ کی جائے۔

(ب) غریب مجاہد کے لیے مقام جہاد تک آمد ورفت وغیرہ کا خرچہ زکاۃ میں سے دیا جائے گا بشرطیکہ وہ حصولِ ثواب کے لیے اپنی مرضی سے جہاد کرتا ہو اور اسے سرکاری فنڈ سے رقم نہ ملتی ہو۔[تفسیر القرآن العظیم ۲/۴۸۲، فتح القدیر ۲/۳۷۲، الأسئلة ۲/۱۰۲، تیسیر الکریم الرحمن ۲/۴۴۶]

دولت مند مجاہدین کے لیے استحقاقِ زکاۃ سے متعلق درج ذیل اقوال ہیں:

(۱) جہادی سفر میں ضرورت پڑے تو قرض لے کر خرچ کرے، بعد میں اپنے مال سے ادا کرے۔ یہ ابن القاسم مالکی سے ایک روایت ہے۔[القرطبی ۸/۱۸۶، الأسئلة ۲/۱۰۸] یہ قول روایۃً اختلافی اور درایۃً مرجوح ہے، کیونکہ اس مجاہد نے ''جہاد بالنفس'' کیا، اگر ''جہاد بالمال'' بھی کرے تو افضل ہے؛ مگر اس پر لازم نہیں۔ **واللہ أعلم**

(۲) امام مالکؒ اور جمہور فقہاء کے نزدیک مالدار مجاہد کو صرف آمد ورفت کا خرچہ اور دورانِ جہاد اخراجات لینا جائز ہے؛ جہاد سے فارغ ہونے پر مالِ زکاۃ میں سے جتنا بچ جائے دیگر مصارف زکاۃ میں لوٹا دے۔ اگر جہاد نہ ہو سکے تو لیا ہوا مال واپس جمع کر دے۔[قرطبی ۸/۱۸۶، الأسئلة والأجوبة ۲/۱۰۸]

(۳) السعدیؒ اور بعض علماء کے نزدیک مجاہد کے لیے صرف جہادی خرچ کے علاوہ ذاتی اور گھریلو اخراجات کے لیے بھی زکاۃ لینا جائز ہے، تاکہ کسب معاش کی فکر سے فارغ رہ کر اطمینان سے جہاد کی تیاری جاری رکھ سکے۔[تیسیر الکریم الرحمٰن ۱/ ۴۴۶، أحکام القرآن للکیا الهراس ۳/۹۲]

درجِ ذیل حدیث کے عمومی الفاظ کی روشنی میں یہی قول راجح لگتا ہے: ''پانچ قسم کے مالداروں کے سوا کسی کے لیے زکاۃ حلال نہیں: (۱) **لغازٍ فی سبیل اللہ**.....''[أبوداؤد زکاة باب ۲۴ ح ۱۶۳۵ وصححه الألبانی] **واللہ أعلم**

کیا ﴿سبیل اللہ﴾ سے مراد صرف ''قتال الکفار'' ہے؟

{1} ﴿سبیل اللہ﴾ کی تفسیر بالقرآن:

قرآن مجید میں ﴿سبیل اللہ﴾ ''جہاد وقتال'' کے علاوہ ''دین اسلام'' کے معنیٰ میں بھی بکثرت استعمال ہوا ہے:

(۱) دین سے روکنا: ﴿**وصد عن سبیل اللہ وکفر به والمسجد الحرام وإخراج أهله منه أکبر عند اللہ**﴾[البقرة ۲۱۷]، ﴿**إن الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ قد ضلوا ضلالاً بعیدًا**﴾[النساء ۱۶۷]، ﴿**الذین یصدون عن سبیل اللہ ویبغونها عوجا**.....﴾[الأعراف ۴۵]

(۲) دین سے بھٹکانا اور بھٹکنا: ﴿ و إن تطع أكثر من في الأرض يُضلوك عن سبيل الله﴾ [الأنعام١١٦] ﴿ ولا تتبع الهوىٰ فيُضلك عن سبيل الله إ ن الذين يَضلون عن سبيل الله لهم عذاب شديد بما نسوا يوم الحساب ۞﴾[صٓ٢٦]

(۳) دین کی راہ میں ہجرت: ﴿ فلا تتخذوا منهم أولياء حتىٰ يهاجروا في سبيل الله﴾[النساء ٨٩]،﴿ ومن يهاجر في سبيل الله يجد في الأرض مرٰغما كثيرا وسعة﴾[النساء ١٠٠]﴿ ولايأتل أولوا الفضل منكم والسعة أن يؤتوا أولى القربىٰ والمسٰكين والمهاجرين في سبيل الله﴾[النور ٢٢]

(۴) دین کی تبلیغ وتعلیم: ﴿ ادع إلىٰ سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجٰدلهم بالتي هي أحسن ﴾[النحل١٢٥]،﴿والله يقول الحق وهو يهدي السبيل ﴾[الأحزاب ٤]،﴿ قل هذه سبيلي أدعوٓا إلى الله على بصيرة أنا ومن اتبعني ﴾[يوسف١٠٨]،﴿ وأن هذا صراطي مستقيما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله ذٰلكم وصّٰكم به لعلكم تتقون ۞﴾[الأنعام١٥٣]

(۵) دین کی راہ میں مال خرچ کرنا: ﴿ مثل الذين ينفقون أموالهم في سبيل الله كمثل حبة أنبتت سبع سنابل في كل سنبلة مائة حبة والله يضٰعف لمن يشآء والله واسع عليم ۞ الذين ينفقون أموالهم في سبيل الله ثم لا يتبعون مآ أنفقوا منّا ولآ أذى لهم أجرهم عند ربهم ولاخوف عليهم ولا هم يحزنون ۞﴾[البقرة٢٦١-٢٦٢]

الانفاق ﴿ في سبيل الله ﴾ میں جہاد کے علاوہ اسلام اور امت اسلامیہ کے دیگر مفادات بھی شامل ہیں۔ دلائل:

۱۔ **فرمانِ نبوی:** ''آدمی کا ہر نیک عمل بڑھایا جاتا ہے، ایک نیکی کو دس گنا سے سات سو گنا تک۔ ارشادِ الٰہی ہے: ''سوائے روزہ کے، بیشک یہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر عطا فرماؤں گا.....''[مسلم الصيام ٨/٣١ ح١٦٢]

''جس کسی نے راہِ الٰہی میں فضیلت والا خرچہ کیا تو اسے سات سو گنا ثواب ملے گا اور جس نے اپنی ذات اور اہل وعیال پر خرچ کیا یا مریض کی تیمارداری کی یا (راستے سے) کسی موذی چیز کو ہٹایا تو ایسی نیکیاں دس گنا ثواب رکھتی ہیں.....''[مسند أحمد ٣/ ٢٢٠، ٢٢٧ ح١٦٩٠، ١٧٠٠، أبو يعلىٰ ح ٨٧٨ عن أبي عبيدة بن الجراح ﷺ وحسنه الزئي والأرنؤط]

اس حدیث میں ذاتی اور گھریلو اخراجات کے مقابلے میں عام صدقہ وخیرات کو ﴿ في سبيل الله ﴾ قرار دے کر سات سو گنا اجر کی بشارت دی گئی ہے۔ لہٰذا اس میں ''جہاد بالمال'' سمیت دیگر ''صدقات'' بھی شامل ہیں۔ واللہ أعلم

۲۔ ﴿ واللہ یضاعف لمن یشآء ﴾ اس اضافے کا دارومدار اخلاص نیت کے علاوہ شدتِ ضرورت اور اقتصادی حالت پر بھی ہے؛ حتیٰ کہ ایک دفعہ عظیم مجاہد سپہ سالار خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے جلیل القدر صحابی عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ساتھ سخت لہجے میں بات کی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''میرے صحابہ کو گالی مت دیا کرو؛ اللہ کی قسم اگر تم میں سے کوئی کوہِ احد کے برابر سونا خرچ کرے تو اِن میں سے کسی کے ایک مد (تقریباً 576 گرام غلہ) یا اس کے نصف تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔'' [البخاری فضائل الصحابۃ باب ٥ ح٣٦٧٣ مختصرا، مسلم الفضائل ١٦/٩٢ ح٢٢١، ٢٢٢]

''مال حلال میں سے ایک دانہ عمدہ کھجور کا صدقہ اللہ پاک کے ہاتھوں بڑھ کر **پہاڑ** سے **بھی بڑا** ہو جاتا ہے۔''

[البخاری الزکاۃ باب ٧ ح١٤١٠، مسلم الزکاۃ ٧/٩٨ ح٦٤ عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ]

''غریب کی محنت کی کمائی میں سے ایک درہم کبھی دولت مند کے ایک لاکھ درہم سے آگے بڑھ سکتا ہے۔''

[النسائی الزکاۃ باب ٤٩ جھد المقل ٥/٥٨، ٥٩ وحسنہ الالبانی فی صحیح الترغیب ح٨٧١]

ان احادیث میں مذکورہ اضافہ ''جہاد'' سے مشروط نہیں ہے؛ لہٰذا یہ مصرف کے لحاظ سے عام ہے۔ واللہ أعلم

۳۔ ﴿الذین ینفقون......﴾ آیت میں قبولیت کے لیے ''احسان نہ جتلانے اور اذیت نہ دینے'' کی شرط ہے۔

''تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن سے روزِ قیامت اللہ کلام فرمائے گا نہ انہیں رحمت سے دیکھے گا نہ انہیں پاک کرے گا اور انہیں دردناک عذاب ملے گا'' (تین بار) ابوذر رضی اللہ عنہ کے استفسار پر آپ ﷺ نے ان کی وضاحت فرمائی: ''کپڑا ٹخنے سے نیچے لٹکانے والا، احسان جتلانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچنے والا۔'' [مسلم الایمان ٢/ ١١٤ ح١٧١]

دیکھیے! عام طور پر فقراء ومساکین اور تألیف قلبی میں احسان جتلانے اور اذیت دینے کے مواقع اور اندیشے ہوتے ہیں؛ جہاد فی سبیل اللہ میں اس کا موقع ملنا مشکل ہے۔ اگر صدقہ فی سبیل اللہ ''جہاد'' کے ساتھ خاص ہوتا تو ''**مجاہدین پر**'' احسان جتلانے پر خصوصی وعید ضرور ہوتی...... جب اس کی مذمت عام ہے تو ﴿ فی سبیل اللہ ﴾ بھی عام ہوگا۔

(٦) مصارفِ زکاۃ میں دینا: ﴿ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب ألیم ۞ یوم یحمیٰ علیھا فی نار جھنم فتکویٰ بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لأنفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون ۞ ﴾ [التوبۃ ٣٤، ٣٥]

حدیث: ''(سونے چاندی کے) خزانے کا مالک جو اس کا حق ادا نہیں کرتا، پچاس ہزار سالہ روز قیامت اسے آتشیں تختے بنا کر آتش دوزخ میں تپا کر اس کے پہلوؤں اور پیشانی پر داغ لگایا جاتا رہے گا، یہاں تک اللہ بندوں کے مابین فیصلہ فرمائے

گا؛ تب وہ جنت یا جہنم کی طرف اپنا راستہ دیکھے گا۔'' [مسلم الزکاۃ ۷/ ٦٧-٦٨ ح ٢٤،٢٥ عن ابی ہریرۃ ﷛]

اگر یہاں ﴿في سبيل الله﴾ ''جہاد'' سے خاص ہوتا، تو اس آیت کی رو سے صدقات کا مصرف فقط ''جہاد'' ہوتا۔ حتیٰ کہ باقی مصارف زکاۃ میں خرچ کرنے والے پر بھی اس وعید کا اندیشہ ہوسکتا تھا۔ **فتدبر!**

(٧) ﴿ **يٰـأيها النبيّ جٰهد الكفار والمنافقين واغلظ عليهم ۚ و مأوٰهم جهنم ۖ و بئس المصير** ۞﴾ [التوبۃ ٧٣، التحریم ٩] سیرت نبویہ سے اظہر من الشمس ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کافروں کے ساتھ باقاعدہ ''**مسلح جہاد**'' کیا، جبکہ منافقین سے صرف ''**ترغیب وترہیب**'' کا مؤثر اسلوب اختیار کر کے اس حکم الٰہی پر **پوری طرح عمل** فرمایا۔ حتیٰ کہ رئیس المنافقین (جس کا نفاق متواتر ثابت ہے) کے خلاف بھی اسلحہ استعمال کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دی۔

لہٰذا اس بات میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ جس طرح ﴿في سبيل الله﴾ کی اصطلاح ''**مسلح جہاد**'' کے ساتھ مخصوص نہیں، اسی طرح لفظ ''**جہاد**'' بھی ''**قتال**'' کے ساتھ خاص نہیں؛ بلکہ اہل باطل کو تبلیغ کرنا اور زبان **وقلم** سے ان کے شکوک وشبہات کا ازالہ کرنے کی کوشش کرنا بھی قرآن مجید کے اصطلاحی ''**جہاد**'' میں شامل ہے۔ **والله أعلم**

{2} ﴿سبيل الله﴾ کی تفسیر بالحدیث:

(١) حج وعمرہ: ابومعقل انصاری ﷛ نے ایک جوان اونٹ ﴿في سبيل الله﴾ وقف کر رکھا تھا؛ وہ بھی صرف ''جہاد'' کو ہی ''سبیل اللہ'' سمجھتے تھے؛ ام معقلؓ نے اس پر حج کا ارادہ کیا تو نہ مانے......آخر دونوں کا مقدمہ دربارِ رسالت میں پیش ہوا؛ آپ ﷺ نے فرمایا: ''**أعطها فلتحج عليه فإنه في سبيل الله**'' [أبو داؤد المناسك باب ٨٠ ح١٩٨٨-١٩٩٠ وصححه الألباني، التمهيد ٢٢/٥٧]

ابولاس ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حج کے لیے صدقہ کے اونٹ دیے۔ [بخاری الزکاۃ باب ٤٩ تعليقاً]

امام مالکؒ، ابوحنیفہؒ، ثوریؒ اور شافعیؒ وغیرہ نے درایت کی رو سے فقیر کو زکاۃ میں سے حج کا خرچہ دینے سے اختلاف کیا ہے، کیونکہ زکاۃ صرف اس کے محتاج کو دی جاتی ہے یا مسلمانوں کی اجتماعی حاجت میں صرف کی جاتی ہے۔ اور فقیر پر حج فرض نہیں کہ محتاج ہوتا اور اس سے مسلمانوں کو فائدہ بھی نہیں۔ اگر نفلی حج مراد ہو تو یہ رقم حاجت مندوں اور مسلمانوں کے مفادات میں خرچنا اہم تر ہے۔ [تيسير الكريم الرحمن ١/٤٤٦]

پھر اسی حدیث کی بنیاد پر عبدالعزیز السلمان نے بجا طور پر جواز کو ترجیح دی۔ [الأسئلة والأجوبة ٢/ ١٠٢-١٠٣]

(۲) زبان وقلم سے اسلام کا دفاع: حدیث: ''جاهدوا المشركين بأموالكم وأنفسكم وألسنتكم'' [أبوداؤد الجهاد باب١٨ ح٢٥٠٤، نسائی الجهاد باب وجوب الجهاد ٧/٦ وصححه الألبانی]

حسان بن ثابت ﷺ کو مشرکین کے مذمتی اشعار کے مقابلے میں ''دفاعی محاذ'' پر کھڑا کر کے رسول اللہ ﷺ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائی: ''اللهم أيده بروح القدس'' [البخاری الصلاة باب ٦٨ ح٤٥٣، المغازی باب ٣٤ ح٤١٤٥ الادب باب٩١ ح٦١٥٠، ٦١٥٢، مسلم فضائل الصحابة ح١٥١، ١٥٥]

عمرۃ القضاء ۷ھ میں عبداللہ بن رواحہ ﷺ کی شعر گوئی پر حضرت عمر ﷺ نے اعتراض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''.....لهي أسرع فيهم من نضح النبل'' پڑھنے دو، کیونکہ یہ اشعار ان پر تیر اندازی سے زیادہ مؤثر ہیں۔[الترمذی كتاب الأدب باب ٧٠ ح٢٨٤٧ وقال: حسن صحيح غريب]

(۳) دینی تعلیم حاصل کرنا: حدیث: ''من خرج فی طلب العلم كان فی سبيل الله حتى يرجع'' [الترمذی العلم باب ٢ ح٢٦٤٧ عن أنس وقال حسن غريب]'' ومن سلك طريقا يلتمس فيه علما سهل الله له به طريقا إلى الجنة'' [مسلم الذكر ١٧/ ٢١ عن أبی هر ح٣٨، البخاری العلم ترجمة الباب ١٠، ١٩٢/١]

دینی مدارس بھی زکاۃ کا شرعی مصرف ہیں کیونکہ:

{1} دینی تعلیم دفاعِ دین کی بنیاد ہے: ﴿إن الذين كفروا ينفقون أموالهم ليصدوا عن سبيل الله ۚ فسينفقونها ثم تكون عليهم حسرة ثم يغلبون ۗ والذين كفروٓا إلىٰ جهنم يحشرون ۞ ليميز الله الخبيث من الطيب.....﴾[الأنفال ٣٦-٣٧]

عبداللہ بن عباس ﷺ، مجاہدؒ، سعید بن جبیرؒ، حکمؒ، قتادہؒ، سدیؒ اور ابن ابزیٰؒ کہتے ہیں کہ غزوہ بدر کے بعد قریش نے اگلی جنگ کے لیے مال اکٹھا کیا؛ اس بارے میں یہ آیت اتری۔

ابن کثیرؒ: بہر حال اس آیت کا حکم ''عام'' ہے؛ اگرچہ سبب نزول ''خاص'' ہو۔ [تفسير القرآن العظيم٢/٤٠٦]

کفار لوگوں کو اسلام سے روکنے کے لیے کن کن طریقوں سے اپنا مال استعمال کرتے ہیں؟ ان کا احاطہ کرنا تو ممکن نہیں؛ البتہ ان کے بعض حربے درج ذیل ہیں:

(۱) ''اہل اسلام پر جنگ مسلط کرنا'' جیسے کہ سبب نزول سے بھی ظاہر ہے۔

جارج بش نے بھی نائن الیون کی عالمی سازش کے پس منظر میں ''صلیبی جنگ'' ہی کا اعلان کیا تھا۔

(۲) ﴿ ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزوا ﴾ [لقمان ٦] دنیا بھر میں بے پردگی، اختلاط، موسیقی، فلم، ڈرامے اور گانے عام کر کے اسلامی احکام کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ 19ویں صدی کے وسط میں کیمرہ ایجاد ہوا، 1892ء میں متحرک تصویریں پھر ریڈیو اور بیسویں صدی میں سینما (بولتی تصویریں) پھر ٹیلی ویژن، پھر کلر ٹی وی آیا۔ [ماہنامہ حکمت بالغہ دسمبر 2007ء] اس کے بعد کمپیوٹر اور ویب سائٹ آئی۔ ماہرین کہتے ہیں کہ اس وقت تقریباً 36,00,000 ویب سائٹ ہیں، ان میں سے اکثر و بیشتر صرف ''فحاشی'' کی اشاعت میں مصروف ہیں۔

(۳) NGOs کے ذریعے رفاہی و تعلیمی خدمات کے نام پر اختلاط اور غیر اسلامی اقدار کو عام کرنے کی عملی کوششیں زوروں پر ہیں۔ اندازاً اس وقت پاکستان میں رجسٹرڈ این جی اوز کی تعداد 40,000 سے زائد ہے۔

(۴) اسلام دشمن ممالک کو مضبوط کر کے اسلامی ملکوں کو خطرے میں مبتلا کرنا، پھر غریب مسلم ممالک کو سودی قرضوں میں جکڑ کر انہیں غلام بنانے کی سازشیں ہماری آزادی اور خودمختاری کو سلب کر رہی ہیں۔ اسی سلسلے میں ورلڈ بینک اور IMF بھاری قرضوں کے لیے وزیروں کی تعداد 70 سے کم کرنے کی نہیں، عوام پر ٹیکس اور مہنگائی بڑھانے کی شرط لگاتے ہیں۔

(۵) ﴿ وإن الشيطين ليوحون إلىٰٓ أوليآئهم ليجٰدلوكم ۖ وإن أطعتموهم إنكم لمشركون ۝ ﴾ [الانعام ۱۲۱]، ﴿ ودّ كثير من أهل الكتٰب لو يردونكم من بعد إيمٰنكم كفارا حسدا من عند أنفسهم من بعد ما تبين لهم ا لحق ﴾ [البقرة ۱۰۹]

مستشرقین کی علمی کاوشوں کا محور ہی اسلام میں ایسے من پسند نکات کی تلاش ہے، جنہیں ''کمزور پہلو'' ثابت کر کے مسلمانوں کو بے دین بنا سکیں۔ بہت ساری ویب سائٹس اسی لیے گمراہ کن شبہات پیش کر رہی ہیں۔

(۶) توہین رسالت مآب ﷺ پر مشتمل کتب و رسائل، فلموں اور کارٹونوں کی اشاعت جاری ہے۔

صاف ظاہر ہے کہ جس جس راستے سے ملت اسلامیہ اور اس کے اعلیٰ وارفع اقدار پر حملے ہوں؛ ان تمام راستوں سے ان کا مقابلہ کرنا بھی ضروری ہے۔ پس امام ابن کثیرؒ کا یہ بیان بالکل بجا ہے کہ آیت بالا کا حکم ''عام'' ہے۔

اب ہر پہلو سے کفار کی سازشوں کا مقابلہ ضروری ہونے کی صورت میں ﴿ سبيل الله ﴾ کو صرف ''قتالِ کفار'' میں منحصر کرنا علمی اور عملی لحاظ سے ممکن نہیں۔ واللہ أعلم

بلاشبہ اہل اسلام پر جنگی قوت اور دفاعی حکمت عملی کا شائستہ انتظام تو اولین فریضہ ہے، لیکن ہمیں اسلامی کلاسیکی ادب،

نظم ونثر، شائستہ فنونِ لطیفہ، سنجیدہ تحقیقی تصنیفات اور الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا کے محاذوں پر بھی مقابلے کے لیے تیار رہنا از بس ضروری ہے۔ ان تمام ''**دفاعی اقدامات**'' میں ''**دینی تعلیم**'' کو بنیادی حیثیت حاصل ہے؛ کیونکہ دین کا صحیح فہم حاصل کیے بغیر اس کا ''**دفاع**'' عام طور پر غیر مؤثر بلکہ بعض اوقات الٹا ''ضرر رساں'' بھی ہوتا ہے۔

{2} دینی تعلیم کے لیے سفر کا حکم: ﴿وما كان المؤمنون لينفروا كآفة ۚ فلولا نفر من كل فرقة منهم طآئفة ليتفقهوا فى الدين ولينذروا قومهم إذا رجعوآ إليهم لعلهم يحذرون۝﴾[التوبة ١٢٢]

ابن کثیرؒ: اسلاف کی ایک جماعت کے نزدیک غزوہ تبوک میں ﴿انفروا خفافا وثقالا﴾ [التوبة ٤١] اور ﴿ما كان لأهل المدينة ومن حولهم من الأعراب أن يتخلفوا عن رسول الله﴾[التوبة ١٢٠] فرما کر ہر شہری و دیہی مسلمان پر غزوہ تبوک میں جانا فرض کر دیا تھا، اس فرضیت کو اسی آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہر قبیلے اور بستی سے سارے لوگ نہ نکل سکیں تو مختصر سی جماعت ضرور نکل پڑے اور واپس جا کر اپنی اپنی قوم کو دشمن کے خطرے سے بھی آگاہ کرے؛ ان کے لیے اس معین سفر میں دونوں چیزیں حاصل ہوں گی اور آپ ﷺ کے بعد بستی سے نکلنے والے گروہ میں سے ہر شخص ''**علم دین**'' یا ''**جہاد**'' میں سے ایک کو اختیار کرے، کیونکہ یہ (دونوں) ہر بستی والوں پر فرض کفایہ ہے۔ [تفسير القرآن العظيم ٢/٥٢٧]

شوکانیؒ: ایک قول کے مطابق یہ بقایا احکام جہاد ہے؛ یعنی پوری کی پوری بستیاں خالی کر کے جہاد کے لیے نہ جانا چاہیے؛ بلکہ ہر محلے اور قبیلے سے ایک ایک گروہ جہاد کے لیے نکل پڑے اور دیگر لوگ دین کا علم حاصل کرتے رہیں، پھر جب غازی واپس لوٹیں تو ان کو تعلیم دیں۔ یا ہر بستی اور قبیلے سے کچھ لوگ سفر کر کے علم حاصل کریں اور اپنی قوم میں واپس آ کر ان کی تعلیم و تربیت کا فریضہ سرانجام دیں۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اس آیت میں طلب علم کا مستقل حکم ہے، پس سفر کی دو قسمیں ہیں (۱) سفر جہاد (۲) سفر طلب علم جب بستی میں کوئی تعلیم دینے والا نہ ہو تو حصول علم کے لیے سفر واجب ہوتا ہے۔ ''فقہ'' سے شرعی احکام کا علم اور اس کے معاون علوم مراد ہیں۔ پس اللہ نے اس سفر میں دو مقاصد جمع فرمائے: ایک تعلّم دوسرا تعلیم [فتح القدير ٢/٣١٦]

{3} دینی تعلیم کو باقاعدہ سرکاری سرپرستی اور کفالت حاصل رہی ہے:

مکہ میں **دارالارقم** اور مدینہ میں **مسجد نبوی** اسلام کے اولین مدارس تھے؛ جہاں معلم حقیقی ﷺ اور آپ کے فیض یافتہ

اصحاب کرام ﷺ عام صحابہ اور نومسلموں کو دینی تعلیمات سے روشناس کراتے۔ اور توفیق الٰہی سے سرفراز اہل ایمان یہاں کے ''طالب علموں'' کی تمام ضروریات کا ممکنہ حد تک خیال رکھتے تھے۔ رفتہ رفتہ دیگر مساجد میں بھی دینی مدارس قائم ہوئے۔

حضرت عمر فاروق ﷺ نے فتح شدہ ملکوں میں ہر جگہ قرآن مجید کا درس باقاعدہ جاری کرایا اور بیت المال کے ذریعے معلم وقاری مقرر کر کے ان کی معقول تنخواہیں مقرر کیں۔ بچوں کے مکتب معلمین کی تنخواہیں پندرہ پندرہ درہم ماہانہ تھیں۔ یہ مدارس کتابت اور شہسواری کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ ابوسفیان نامی شخص کی ڈیوٹی لگا رکھی تھی کہ قبائل کا دورہ کر کے معلوم کرے اور جس شخص کو قرآن مجید کا کوئی حصہ یاد نہ ہو اسے سزا دے۔ [الفاروق ص ٢١٦]

عبادۃ بن الصامت ﷺ حمص میں تعلیم پر مقرر ہوئے، معاذ بن جبل ﷺ نے فلسطین کو سنبھال لیا اور ابوالدرداء ﷺ نے شام میں ''**قرآنی یونیورسٹی**'' قائم کی۔ آپ دس افراد پر ایک قاری مقرر کرتے اور خود پڑھنے والوں کی نگرانی کرتے تھے۔ جن طلباء کا حفظ مکمل ہو جاتا انہیں اپنی شاگردی میں لیتے تھے۔ تقریباً 1600 طلباء ان کے حلقہ درس میں ہوتے تھے۔ آپ ﷺ نے عمال حکومت کو حکم دے رکھا تھا کہ جو لوگ قرآن سیکھیں ان کی تنخواہیں مقرر کریں۔ فوجیوں پر بھی تعلیم قرآن لازم کر دیا۔ مدارس قرآنیہ کے رجسٹروں پر بھی کڑی نظر رکھتے تھے۔ حدیث نبوی اور فقہ اسلامی کی تعلیم واشاعت کا بھی خاص اہتمام تھا۔ [الفاروق ص ٢٦٧-٢٦٩]

خلیفہ راشد عمر فاروق ﷺ کا شروع کردہ یہ مبارک سلسلہ خلافت راشدہ کے بعد بھی جاری رہا۔ عبداللہ بن الزبیر ﷺ کی طرف سے گورنر کوفہ مصعب بن الزبیر (ت ٧٢ھ) تمام قاریوں کو ماہ رمضان کے اخراجات کے لیے فی کس 2000 درہم بھیج دیتے تھے۔ [سنن الدارمی مقدمة باب ٤٨ صيانة العلم ح ٥٧٤، ٥٨٥]

امویوں کے بعد بعض عباسی حکمرانوں نے اپنی صوابدید پر ان مدارس کے نصاب میں بعض غیر مفید علوم بھی داخل کیے۔ پھر..... ہر دور کے تقاضوں کے مطابق نصابِ تعلیم میں مسلسل تبدیلیاں آتی رہیں..... آخر ایک تعلیمی انقلابی دور ایسا بھی آیا کہ مسلمان علماء دنیا بھر کے تشنگان علم کے مرجع وماویٰ بن گئے۔

تاریخ شاہد ہے کہ برصغیر میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے تسلط حاصل کر کے مغلیہ حکومت کو ختم کر دیا تو انگریز حکومت نے رائج الوقت نظام تعلیم کو توڑ کر مغربی طرز کے سکول قائم کیے۔ اس طرح دینی تعلیم کے مراکز اچانک بے دست وپا ہو گئے..... اس وقت کے علماء دین نے مغربی تہذیب وثقافت کے حملوں سے دین اسلام کا دفاع کرنے کے لیے دینی مدارس کا سلسلہ قائم رکھنے کی ضرورت پر اتفاق کیا اور ﴿ فی سبیل اللہ ﴾ کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے اس مد میں زکاۃ کے استعمال پر کوئی

اختلاف نہ رہا اور ہر فرقے کے علماء کے بلا نکیر لگا تار عمل سے اجماع جیسی حیثیت تک حاصل ہوگئی۔

{4} تعلیم وتعلم میں مشغولیت کسب معاش میں بڑی رکاوٹ ہے:

﴿ للفقرآء الذين أحصروا فی سبيل الله لايستطيعون ضربا فی الأرض يحسبهم الجاهل أغنيآء من التعفف ﴾[البقرة ٢٧٢] نزول قرآن کے دوران اس کا اطلاق ''اہل صفہ ﷺ'' پر ہوتا تھا، جہاں غریب مہاجرین بسیرا کرتے جو طلب علم اور عبادت میں ہمہ وقت مشغول رہتے تھے اور جب جہادی مہم ہوتی تو اس میں بھی شریک ہوتے۔

اسی پہلو کو مدنظر رکھ کر مفسرین نے اس سے ''مجاہدین'' مراد لیا ہے۔

جب ''مجاہدین'' اور ''طلباء'' کے مابین موازنہ کی نوبت آئے تو ﴿ لا يستطيعون ضربا فی الأرض ﴾ کا مصداق ''طلباء'' کو ہی قرار دینا زیادہ مناسب ہے؛ کیونکہ موجودہ نظام تعلیم کے تحت انہیں مقررہ ٹائم ٹیبل میں مقررہ نصاب تعلیم مکمل کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح وہ تجارت وغیرہ کی خاطر آٹھ دس سال تک سفر نہیں کر سکتے۔ اس کے مقابلے میں جہاد عام طور پر محدود مدت کے لیے ہوتا ہے اور مجاہد فارغ وقت میں تجارت کے لیے سفر یا محنت مزدوری بھی کر سکتا ہے۔

سیرتِ نبویہ کی روشنی میں ''جہاد'' لگا تار جاری رہنے والا عمل نہیں ہے۔ حتیٰ کہ صلح حدیبیہ میں مشرکین مکہ سے دس سال تک جنگ بندی اور پرامن رہنے کا معاہدہ فرماتے ہوئے دیگر تمام قبائل کو کسی ایک فریق کے ساتھ دوستی کا موقع بھی دیا گیا۔ جبکہ ''تعلیم'' ایک مسلسل عمل ہے، جو ﴿ اقرأ ..... ﴾ سے شروع ہو کر آج تک نسل در نسل جاری وساری ہے۔ اگرچہ حالیہ صلیبی جنگ کے دور میں دینی مدارس پر کڑی آزمائشیں آرہی ہیں، مگر ان شاء الله یہ سلسلہ قیامت تک بلا ناغہ چلتا رہے گا۔

اللہ پاک نے ان ''فقراء'' کو صدقات کے استحقاق میں خصوصیت عطا فرمائی ہے جو ﴿فی سبيل الله﴾ مصروفیت کی وجہ سے کسب معاش اور تجارتی سفر نہیں کر سکتے اور عام لوگ انہیں محتاج اور ''مستحق زکاۃ'' نہیں سمجھتے!

دینی مدارس کے اساتذہ وانتظامیہ بھی تعلیمی دورانیے میں تعلیم وتربیت میں پابندی سے مصروف رہتے ہیں اور سالانہ چھٹیوں میں یہ خوددار علماء جو اپنی ذات کے لیے پانی کا گلاس تک نہیں مانگ سکتے' قریہ بہ قریہ' کوبہ کو پھر کر عزیز شاگردوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے اہل توفیق سے رابطہ کرتے ہیں۔ ان بیچاروں کو دو اسباب نے چندہ مہم پر مجبور کیا ہے:

(ا) حضرت عمر فاروق ﷺ کے مبارک دور سے جاری سرکاری سرپرستی اور کفالت کا سلسلہ انگریز سامراج نے بند کر دیا۔ اور آج تک نام نہاد مسلمان حکمرانوں کو بھی اسے بحال کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔

(۲) سرکاری تعلیمی اداروں میں رائج ''اسلامیات'' کا نصاب امت کی نئی نسل کو کافی دینی رہنمائی فراہم کرنے سے عاجز ہے؛ نیز اس میں بھی کافرانہ ''روشن خیالی'' بڑھانے کی کاوشیں وقتاً فوقتاً جاری رہتی ہیں۔

{5} دینی مدارس ہی ''اعلائے کلمۃ اللہ کی کھیتیاں'' ہیں:

تاریخ اسلام شاہد ہے کہ دعوتِ اسلام کے ابتدائی پندرہ بیس سالوں میں جن اہل توفیق نے محض دینی تعلیم وتربیت کے بل بوتے پر نصرتِ دین کا بیڑا اٹھایا؛ وہ اگرچہ ''کمیت'' میں بہت زیادہ نہ تھے، مگر ''کیفیت'' میں بے مثال تھے۔ وسیع تر فتوحات کے بعد جو لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے ان میں سے بیشتر رسالت مآب ﷺ کی رحلت کے بعد فوج در فوج دین سے خارج بھی ہو گئے؛ پھر ان سے جہاد کر کے دوبارہ صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے کا سہرا بھی انہی سابقین اولین کے سر ہے۔ رضی اللہ عنہم وأرضاھم أجمعین

حالیہ صلیبی جنگ میں مشغول حکومتوں کے ''تھنک ٹینک'' بھی اسی حقیقت کو بھانپ کر نہ صرف دینی مدارس خصوصاً توحید پرستوں کے مدارس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں؛ یہاں تک کہ اسلامی ممالک کے نصابِ تعلیم میں بھی **من پسند ترمیم** پر زور دے رہے ہیں۔

{6} دینی مدارس میں اکثر غریب اور پردیسی بچے پڑھتے ہیں:

تقدیر الٰہی سے غریبوں کو دینی تعلیم میں بڑا حصہ ملا ہے۔ اسی چیز کو قوم نوح کے مالداروں نے ''ذلت'' سے تعبیر کیا تھا: ﴿قالوا أنؤمن لک واتبعک الأرذلون ۞﴾[الشعراء ۱۱۱] اشرافِ قریش بھی ان کی نفرت میں دعوتِ نبوی کو سننا گوارا نہ کرتے تھے؛ مگر رب العالمین کو انہی سے بہت پیار تھا۔ فرمایا: ﴿ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغدٰوۃ والعشی یریدون وجھہ﴾[الانعام ۵۲]، ﴿واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدٰوۃ والعشی یریدون وجھہ ولا تعد عیناک عنھم تریدزینۃ الحیٰوۃ الدنیا﴾[الکھف ۲۸] مسٹر ہرقل شاہ روم کے سوال پر سردارِ قریش ابوسفیانؓ نے جواب دیا تھا: ''کمزور لوگ ہی اس (مدعی نبوت) کی پیروی کرتے ہیں۔'' اس پر ہرقل نے کہ دیا تھا: ''وھم أتباع الرسل'' [بخاری بدء الوحی باب ٦ ح ٧] آج بھی دینی مدارس میں اسی حقیقت کا عکس نمایاں ہے۔

{7} دینی تعلیم کے سلسلے میں سرکاری نصاب پر اکتفا نہیں کیا جا سکتا

اسلام آباد کی ایک سیکولر خاتون نے بل کلنٹن کو خط لکھا تھا کہ ہمارے بچے سرکاری قانون کی رو سے ''ترجمہ قرآن''

پڑھنے پر مجبور ہیں۔اسی بات پر وفاقی وزیر تعلیم زبیدہ جلال نے تمام تعلیمی بورڈوں کو آرڈر جاری کر دیا کہ میٹرک کے اسلامیات لازمی میں ترجمہ قرآن کا **25** نمبر کا سوال سلیبس سے نکال دیا جائے۔[روزنامہ خبریں اسلام آباد 5 جنوری 2001ء]

ڈکٹیٹر پرویز نے 2002ء میں پورے اسلامی جمہوریہ پاکستان کا نظام تعلیم آغا خان یونیورسٹی کو ''عطا'' کرنے کا آرڈیننس جاری کیا۔ پھر اُن کے ''**بالغانہ صحت کے سروے**'' کے ذریعے بعض سنگین اخلاقی جرائم کی ترغیب طشت از بام ہوگئی تو طلباء کے ملک گیر احتجاج پر اس ''سودے'' کو فوراً نافذ نہ کیا جاسکا۔[دیکھیے التراث ۱۴/۳-۱۰]

پرویزی دور کے وزیر تعلیم جاوید اشرف قاضی نے دینی مدارس کو فیل کرنے کے لیے قرآن کے ''**چالیس**'' پارے سکولوں میں پڑھانے کا اعلان کیا۔ موجودہ جمہوری حکومت نے بھی پرویزی سودے کو بتدریج نافذ کرنا شروع کر دیا ہے اور بڑی خاموشی سے ہر علاقے سے کامیاب سکولوں کو ایک ایک کر کے آغا خان اسماعیلی کے حوالے کیا جا رہا ہے!!

{3} ﴿سبیل اللہ﴾ کی تفسیر اقوالِ سلفؒ کی روشنی میں :

۱۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ: حج کے لیے سفر کا انتظام کرو؛ بیشک یہ بھی ''**جہاد**'' ہے۔[بخاری الحج باب ۳ تعلیقاً]

۲۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حسن بصریؒ فقراء کو حج کے لیے زکاۃ دیتے تھے۔[بخاری الزکاۃ باب ۲۹ تعلیقاً]

۳۔ ایک عورت نے کہا: میرے خاوند نے ''**فی سبیل اللّٰہ**'' وصیت کی ہے۔عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ کے مشورے پر صادر کرتے ہوئے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فتویٰ دیا کہ یہ مال فسادی اور لٹیرے فوجیوں کے بجائے نیک لوگوں کو دے کر حج کرایا جائے۔ پھر تین بار کہا: ''یہی (حجاج کرام) رحمانی وفد ہیں جو کہ شیطانی وفد سے بہت مختلف ہیں۔'' [الجامع لأحکام القرآن ۱۸۵/۸]

۴۔ تابعی عبایہ بن رفاعہ بن رافعؒ نے نماز کے لیے جانے کو ''**فی سبیل اللّٰہ**'' قرار دیتے ہوئے فضیلت میں یہ حدیث پیش کی: ''**من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ فھو حرام علی النار**'' [بخاری الجمعۃ باب ۱۸ ح۹۰۷]

ان اقوال کا مشترکہ مفہوم یہی ہے کہ اسلافِ کرامؒ ﴿فی سبیل اللہ﴾ کو صرف ''قتالِ کفار'' میں منحصر نہیں سمجھتے تھے۔

{4} ﴿فی سبیل اللہ﴾ کے الفاظ سے علمائے دین کا استدلال :

بابرکت عصر نبوت اور خیر القرون میں مساجد ہی تمام دینی، تعلیمی، جہادی اور معاشرتی سرگرمیوں کے لیے مرکزی حیثیت رکھتی تھیں۔جس طرح مسجد سے الگ تھلگ مدارس قائم نہیں تھے، اسی طرح مجاہدین کے دفاتر اور قیامگاہیں بھی نہ تھیں۔ شرعی عدالت کی بھی الگ عمارت نہیں تھی۔لہٰذا ان میں سے کسی بھی چیز کے حق میں ''**نص صریح**'' ملنا مشکل ہے۔

۱۔ عبدالماجد دریابادیؒ: جب دینی مدارس سرکاری سرپرستی اور بیت المال کی کفالت سے محروم ہوگئے تو علمائے اسلام نے عام دلائل اور کتاب وسنت میں ﴿سبیل اللہ﴾ کے وسیع تر مفہوم سے استدلال کرتے ہوئے مدارس اسلامیہ کو مطلقاً ﴿فی سبیل اللہ﴾ میں شامل سمجھا اور فقر ومسکنت کی شرط کے بغیر تعلیم وتعلم میں مصروفیت کی بنیاد پر ان کو زکاۃ کا صحیح مصرف تسلیم کیا۔[دیکھیے تفسیر ماجدی ۱/۵۰۱_۵۰۲]

۲۔ نواب صدیق الحسنؒ: اگرچہ ﴿سبیل اللّٰہ﴾ میں جہاد عظیم ترین حیثیت رکھتا ہے، لیکن اس حصے کا ''جہاد'' کے ساتھ مخصوص ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔[الروضة الندية ۱/۲۰۶]

یہ لفظ عام ہے، اس لیے جس چیز پر عرفاً، شرعاً اور لغۃً سبیل اللہ صادق آئے، وہ بھی زکاۃ کا مصرف ہوسکتی ہے۔ علمائے دین پر صرفِ صدقات بھی اس میں شامل ہے؛ کہ خالص دین کی حفاظت کے لیے یہ حضرات وقف ہوتے ہیں۔[تعليم الزكاة ص ۱۲]

۳۔ عبدالرحمٰن السعدیؒ: اگر کمائی کی قدرت رکھنے والا طلب علم کے لیے فارغ رہے تو اسے بھی زکاۃ دینا چاہیے کیونکہ علم بھی ''جہاد فی سبیل اللہ'' میں شامل ہے اور یہ بہت سارے فقہاء کا قول ہے۔[تيسير الكريم الرحمن ۱/۴۴۶]

٤۔ السلمانؒ: شیخ تقی الدینؒ نے علمی کتب کی خریداری کے لیے زکاۃ جائز قرار دیا ہے۔ شرح الاقناع میں ہے کہ یہ مصارف زکاۃ سے باہر نہیں ہوگا، کیونکہ یہ طالب علم کی جملہ ضروریات میں سے ہے۔ طلب علم شرعی کے لیے فارغ شخص حصولِ علم اور کمائی دونوں نہ کرسکے تو اسے زکاۃ دینا چاہیے، اگرچہ طلب علم اس پر لازم نہ ہو۔ لیکن اگر کمائی کی صلاحیت والا شخص عبادت کے لیے فارغ ہوجائے تو اسے نہیں دینا چاہیے، کیونکہ اس کا فائدہ محدود ہے۔[الاسئلة والأجوبة الفقهية ۲/۹۹]

۵۔ ابوالکلام آزادؒ: قرآنی اصطلاح میں براہ راست دین وملت کی حفاظت وتقویت کا ہر ایک کام ﴿سبیل اللّٰہ﴾ میں شامل ہے۔ اور امت کا دفاع نہایت اہم ہے، لہٰذا امام وقت ضرورت محسوس کرے تو اس میں زکاۃ سے مدد لی جائے ورنہ دین وامامت کے عام مصالح مثلاً قرآن وعلوم دینیہ کی ترویج واشاعت میں، مدارس کے اجراء وقیام میں، دعاۃ ومبلغین کے قیام وترسیل میں اور ہدایت کے تمام مفید وسائل میں خرچ کرنا چاہیے۔[ترجمان القرآن ۲/۱۶۸]

٦۔ سعودی عرب کی هيئة كبار العلماء کے فتوی نمبر ۲٤ مورخہ ۱۲/۸/۱۳۹٤ میں ﴿سبیل اللہ﴾ سے تطوعاً جہاد کرنے والے مراد لیے گئے تو چھ بڑے علماء نے اس مسئلے میں اپنا وضاحتی بیان جاری کیا:

''اس مسئلے کو پرکھنے کے بعد ہمیں زیادہ درست بات یہی لگی کہ ﴿سبیل اللّٰہ﴾ سے مراد ''نیکی کے کام'' ہیں اور ان میں سے سرفہرست ''جہاد'' ہے۔ اس عموم کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ﴿ سبیل اللہ﴾ کا لفظ عام ہے، اسے بلا دلیل کسی ایک قسم پر محدود کرنا جائز نہیں۔

(۲) احادیث وآثار میں ﴿ سبیل اللہ﴾ کا اطلاق حج وعمرہ وغیرہ پر بھی ہوا ہے۔ جیسا کہ ابولاس، ام معقل اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی احادیث میں آیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن ابی نعم ؒ نے حج کو بھی ﴿ فی سبیل اللہ﴾ قرار دیا ہے۔

اسی طرح مسلمانوں میں الفت واطمینان پیدا کرنا اور ان کے حقوق کی حفاظت کرنا بھی ﴿ سبیل اللہ﴾ میں شامل ہے؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مدعی کو ''قسامہ'' پر رضامند نہ ہونے کی صورت میں زکاۃ کے اونٹوں سے دیت ادا فرمائی ہے۔ [ابو داؤد الدیات باب ۹ ح ۴۵۲۳ عن سهل رضی اللہ عنہ وصححه الألبانی] امام قرطبیؒ نے کہا: نبی کریم ﷺ نے اپنے کرم واحسان اور عمدہ سیاست سے حصولِ مصلحت اور خرابی کو روکنے کے لیے ایسا کیا، خصوصاً جب حق وصول کرنا ممکن نہ رہا۔ امام نوویؒ نے امام ابو اسحاق المروزیؒ سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کی وجہ سے ایسے واقعات میں دیت زکاۃ میں سے ادا کرنا جائز ہے۔

(۳) نبی کریم ﷺ کا حدیث معقل رضی اللہ عنہ میں ''مِن'' تبعیضیة سے تعبیر کرنا ظاہر کرتا ہے کہ آیت کریمہ میں بیان کردہ ﴿سبیل اللہ﴾ عام ہے اور حج سمیت کئی امور پر مشتمل ہے۔ ''فإن الحج من سبیل الله'' [التمهید ۲۲/۵۶]

خلاصہ یہ ہے کہ دیگر مصارف زکاۃ کا خیال رکھتے ہوئے ﴿ سبیل اللہ﴾ کا حصہ تمام عمومی مصلحتوں میں عام ہے اور ان میں سے جہاد کے لیے اسلحہ خریدنا، مجاہدین کو تیار کرنا اور ان کو راشن سپلائی کرنا زیادہ اہم ہے، اگر بیت المال میں اس کام کے لیے مالی گنجائش نہ ہو یا کافی نہ ہو۔ پھر عام مصلحت کی سب سے بڑی چیز اسلام کی تبلیغ وتعلیم کے لیے افرادی قوت کی فراہمی اور گمراہی وکجروی اور تباہ کن تحریکوں کا مقابلہ کرنا ہے۔ واللہ أعلم

کبار علماء: محمد الحركان ، صالح بن عضون ، عبد الله بن منيع ، عبد العزيز بن صالح ، عبد المجيد حسن ، عبد الله الخياط [فتاوىٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء ۱۲/۳۹-۴۳]

۷۔ ابن العثیمینؒ: علم شرعی کا طالب علم اگرچہ کمائی کرسکتا ہو زکاۃ کا مستحق ہے، کیونکہ ''علم شرعی'' کی طلب بھی ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہی کی ایک قسم ہے۔ [فتاوی أركان الاسلام ص ۴۴۰، رقم السوال ۳۸۴]

۸۔ حافظ صلاح الدین: ﴿للفقراء الذين أحصروا ﴾ [البقرة ۲۷۳]، ''انما المسكين الذی يتعفف'' [البخاری التفسیر ح ۴۵۳۹] سے واضح ہوتا ہے کہ جو لوگ علم دین کی تعلیم وتعلم اور نشر واشاعت کو کاروباری مصروفیت پر ترجیح دیں ان کی حاجتوں کو زکاۃ کے مد سے پورا کیا جاسکتا ہے؛ اور اس فنڈ سے دینی وعلمی کتب بھی خرید کر انہیں دی جاسکتی ہیں۔ [زکاۃ وعشر اور صدقہ فطر ص ۹۶]

۹۔ ڈاکٹر یوسف القرضاویؒ: جو شخص علم نافع کی طلب میں مصروف ہو اور حصولِ علم کے ساتھ کسب معاش نہ کرسکتا ہو تو اسے بقدرِ ضرورت زکاۃ دی جاسکتی ہے اور اس کے فریضۂ حصولِ علم کی تکمیل کے لیے کتابیں بھی دی جاسکتی ہیں؛ کیونکہ طلب علم دین فرضِ کفایہ ہے اور اس علم کا فائدہ اس کی ذات تک محدود نہیں بلکہ تمام امت کے لیے ہے۔ مصارفِ زکاۃ کے دو پہلو ہیں: احتیاج اور جس سے مسلمانوں کی ضرورت وابستہ ہو؛ یہاں دونوں پہلو اکٹھے ہیں۔[فقه الزكاة ٢/ ٣٢]

دینی مدارس کے لیے زکاۃ کا جواز حاجت وضرورت سے مربوط ہے، لہٰذا جن مدارس کے پاس مستقل ذریعہ آمدن کافی ہو انہیں زکاۃ جمع کرنے کی مہم نہیں چلانا چاہیے تاکہ دیگر مصارف کو کمی کا سامنا نہ ہو۔ واللہ أعلم

اہل پاکستان کا ''جہاد'' میں مالی حصہ:

تقسیم برصغیر میں ہمارے ازلی دشمن بھارت نے انگریز سامراج کے گٹھ جوڑ سے پاکستان کا حصہ ہر ممکن طریقے سے گھٹایا۔ پھر حیدرآباد، دکن، جوناگڑھ اور کشمیر کے مسائل معلق رکھے۔ مسئلہ کشمیر پر UN کی قراردادوں کو پامال کیا؛ اسی بناپر تین بڑی جنگیں ہوئیں اور 1971ء میں بے نظیر شکست سے مشرقی پاکستان کٹ کر بنگلہ دیش بن گیا۔ معرکہ کرگل میں ''مجاہدین'' کی کارروائی سے حاصل کردہ فتح کو ''غیر سرکاری'' قرار دیتے ہوئے سپلائی لائن کاٹ کر پسپائی اختیار کرائی گئی!!

اسی مسئلے کی وجہ سے آج تک ہمیں خون پسینے کی حلال کمائی کا بہت بڑا حصہ طوعاً و کرھاً ﴿فی سبیل اللہ﴾ کے مد میں ادا کرنا پڑ رہا ہے۔ پس ملک کے 17 کروڑ عوام میں سے جو بھی نیک نیتی سے ٹیکس ادا کرتے ہیں وہ ''مالی جہاد'' میں باقاعدہ شریک ہیں، کیونکہ وفاقی بجٹ کا تقریباً 75 فیصد صرف 8 لاکھ فوجیوں پر خرچ ہوتا ہے اور بقایا 25 فیصد 17 کروڑ عوام کے حصے میں آتا ہے۔ یہی ہماری ملکی بدحالی، بیرونی قرضوں، مہنگائی اور بیروزگاری کا بنیادی سبب ہے۔

دیکھیے 5 جون 2010ء کے اعلان کردہ وفاقی بجٹ میں دفاع یعنی جہاد ﴿فی سبیل اللہ﴾ کے لیے 442.17 بلین روپے مختص کیے گئے ہیں؛ اس کے مقابلے میں سرکاری تعلیم پر صرف 21 بلین روپے صرف کیے جائیں گے۔

غور کیجیے! ''اسلامی'' جمہوریہ پاکستان کے بجٹ میں ''اسلامی'' تعلیم کے لیے ایک روپیہ بھی نہیں!!

اب اگر پاک فوج سیاسی حکومت کی مجبوریوں کی وجہ سے اپنا فرض منصبی ادا کرنے میں ناکام ہے، اس کے باوجود سارا دفاعی فنڈ بھی خود کھا کر اصلی مجاہدین کو زکاۃ کا محتاج رکھتی ہے تو آزاد عدلیہ یا پارلیمنٹ کے ذریعے ان میں مناسب تخفیف کر کے باقاعدہ مجاہدین بھرتی کرنے چاہئیں، تاکہ قومی سلامتی کے تحفظ کے ساتھ اردگرد کی مسلم برادری کے مسائل بھی حل